علامہ اقبال اور مسئلہ زمان

(۳)

شبیر احمد خاں صاحب غوری۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سابق رجسٹرار امتحانات عربی فارسی۔ (اتر پردیش)

"زروانیت" سے ساسانی مدبروں کی یہ بے اعتنائی مذہبی تنگ نظری کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ چونکہ زروانی عقائد آخر میں جبر کا عقیدہ پیدا کر دیتے ہیں جو ایک زندہ قوم کی روح کے لیے سم قاتل ہیں۔ اس لیے ساسانی مدبرین نے سوسائٹی کی اصلاح اور اس جذبۂ عمل کوشی کی روح پھونکنے کے لیے ان زروانی معتقدات کو یک قلم دبانے کی کوشش کی۔ پھر بھی "زروانیت" اجتماعی ذہن سے کلیتاً محو نہ ہو سکی اور جب ساسانی سلطنت کے آخری زمانہ میں اجتماعی فکر فارق المرکز تحریکات کا تختۂ مشق بننے لگی تو زروانیت نے بھی سر اٹھایا، چنانچہ ہوارٹ لکھتا ہے:۔

"ساسانیوں کے زمانہ میں بدعتی فرقوں کے اندر ایک توحید پسند رجحان نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ زمان نامحدود یا زروان اکرن کی اصطلاح جو اوستا کے آخری حصہ میں ملتی ہے، خدائے واحد کے واسطے بھی اساس کے طور پر استعمال کی جاتی تھی جو کہ خیر و شر دونوں ہی مبدؤں سے بلند تر ہے۔ یہ عقیدہ چوتھی صدی مسیحی میں تھیوڈور مصیصی کے اور پانچویں صدی میں آرمینی مصنفین ازنیک اور الیس کے علم میں بھی تھا" (۱)

(۱)
"In the time of the Sasanides a monotheistic tendency becomes clearly apparent in dissident sects. The expression, infinite time. Zarvan akarana, which is found in the later part of

بقیہ اگلے صفحہ پر

ان میں سے تھیوڈور مصیصی کی شہادت کو مارٹن ہوگ ذرا تفصیل سے بیان کرتا ہے:

"ان اقتباسات کی رُو سے جنھیں فوطیوس نے محفوظ رکھا ہے (ملاحظہ ہو بیبلیوتھیکا ۸۱)

تھیوڈور مصیصی نے بھی اسی موضوع پر یہ تبصرہ قلمبند کیا ہے:۔ فوطیوس نے لکھا ہے کہ اپنی کتاب کے

پہلے مقالے میں (جو اُس نے مجوسیوں کے عقائد پر لکھی ہے) وہ ایرانیوں کے اس نفرت انگیز عقیدے

کی وضاحت کرتا ہے جسے زرتشت نے رائج کیا تھا اور جو زروم (زروان) کے متعلق ہے جسے وہ

سارے جہان کا بادشاہ بتاتا ہے اور تقدیر کے نام سے موسوم کرتا ہے" (۱)

دوسری جگہ ازنیک کی شہادت کو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ازنیک اپنی کتاب ابطال الحاد (جلد ثانی) میں جو اہلِ ایران کے عقائد باطلہ کی تردید پر

مشتمل ہے لکھتا ہے کہ (زروانیوں کے نزدیک) ہر چیز آسمان، زمین نیز دیگر اقسام کی مخلوق

کے وجود سے پیشتر زروان موجود تھا، جس کے نام کا مطلب تقدیر یا عظمت و برکت ہے" (۲)

بقیہ ص ۵۵ سے آگے

the Avesta, was used as the basis for the idea of a single God superior to the two principles. This doctrine was known to Theodoros of Mopsuestia in the IV century of our era and to the Armenian writers, Eznik and Elisaeus in the V century".

(Huart: Ancient Persian and Iranian Civilization, p. 171).

(1) "On the same matter Theodoros of Mopsestia writes as follows, according to the fragment preserved by the Polihstor Photios (Biblioth 81): In the first book of his work (On the doctrines of the Magi), says Photios, he propounds the nefarious doctrine of the Persians, which Zarastrades introduced, viz, that about Zarouam, whom he makes the ruler of the whole universe and calls

بقیہ اگلے صفحہ پر

غرض ساسانی ایران میں سرکاری ہمت شکنی اور موبدوں (مذہبی طبقہ) کی مخالفت کے باوجود "زروانیت" باقی رہی چنانچہ کرسٹن سین لکھتا ہے :-

"اس بات کا ثبوت کہ ساسانیوں کی مزدائیت زروان پرستی کی شکل میں مروج تھی، نہ صرف اشخاص کے ناموں کی کثیر تعداد سے ملتا ہے جو ساسانیوں کے زمانہ میں لفظ زروان کے ساتھ مرکب پائے جاتے ہیں بلکہ اُن بے شمار مقامات سے بھی جو یونانی ارمنی اور سریانی مصنفین کی کتابوں میں ملتے ہیں" (۱)

چنانچہ سریانی زبان میں کتب وقائع شہدائے ایران کے سلسلے میں ایک "تاریخ سابہا" ہے جس میں ایک مجوسی موبد اپنے خداؤں کا شمار کرتے ہوئے کہتا ہے :-

"ہمارے خدا زیوس، کرونوس، اپولو، بیدوخ اور دوسرے خدا"

یہ زروانی خداؤں کی ایک چوکڑی ہے۔ زیوس۔ کرونوس اور اپولو علی الترتیب اہورا مزدا، زروان اور متھرا ہیں۔ (۲)

لیکن جس طرح زردشتی مصلحین نے شروع میں اصلاح اور جذبۂ عمل کوشی کی روح پھونکنے

بقیہ صہ ۵۸ سے

him Destiny. (Marting Haug: Essays on the Sacred Language Writings and Religion of the Parsis. p.12).

(۲) "Fanik says, in his refutations of heresies (in the second book), containing a refutatic of the false doc- trine of Persiansi Before any thing, heaven or earth, or creature of any kind whatever therein, was esisting Zeruah existed, whose name means fortune or glory". (Ibid p. 12).

(۱) ایران بعہد ساسانیاں صہ ۱۹۹ (۲) ایضاً صفحہ ۲۰۵

کے لیے "مزدائیت" کو "زروانیت" سے پاک کرنے کی کوشش کی تھی، اسی اصول کے تحت انھوں نے ساسانی عہد کے زوال پر بھی اس کی مخالفت کی۔ زروانی عقائد جو ساسانیوں کے عہدِ حکومت کے آخر میں مروج ہونے لگے تھے اندر ہی اندر جبر کا عقیدہ پیدا کر رہے تھے جو نہ صرف قدیم "مزدائیت" کے لیے سم قاتل تھا، بلکہ پوری قوم کو

نومیدی و محکومی و مایوسی جاوید

کے غارِ مذلت میں ڈھکیل رہا تھا کیونکہ خدائے قدیم "زروان" جو اہورامزدا اور اہرمن کا باپ تھا نہ صرف "زمان نامحدود" کا نام تھا بلکہ "تقدیر" بھی وہی تھا (تفصیل اوپر مذکور ہوئی) اور اس تقدیر کی بے پناہ کارفرمائیوں کے آگے انسان اور اس کا عزمِ صمیم سبھی تو حرفِ باطل ہیں۔ چنانچہ کتاب "دادستان مینوگ خرد" میں عقل آسمانی حسب ذیل اعلان کرتی ہے۔

اتنی عظیم طاقت اور عقل و خرد اور علم و حکمت کی اتنی بڑی قوت کے ساتھ بھی تقدیر کے ساتھ نبرد آزمائی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جب نوشتہ قسمت میں لکھا ہوا مقدر خواہ وہ نیکی اور بھلائی کے متعلق ہو یا اس کے خلاف سامنے آتا ہے تو عقلمند انسان بھی ادائے فرائض کے باب میں کوتاہ و ناکارہ (نیازیان) بنجاتا ہے اور وہ جسے شرارت میں ملکہ حاصل ہو، عقلمند بنجاتا ہے۔ کمزور دل کا انسان شجاع و بہادر بنجاتا ہے اور شجاع و بہادر کمزور دل۔ محنتی آدمی کاہل نکما بنجاتا ہے اور کاہل و نکما آدمی بڑی محنت سے کام کرنے لگتا ہے۔ جو کچھ صورت حال کے متعلق مقدر ہو چکا ہوتا ہے اسی کے مطابق اسباب و عمل پیدا ہونے لگتے ہیں اور ان کے علاوہ ہر چیز وہاں سے نکال دی جاتی ہے۔" (۱)

---

(1) 'Even with this might and powerfulness of wisdom and knowledge, even this it is not [illegible] with destiny. Because when predestination as to virtue, or as to the reverse, comes forth, the wise becomes want ing (niyazan) in duty, and the astute in evil becomes intelligent, the faint-hearted becomes

باقی اگلے صفحہ پر

لیکن زرتشتی خردانیت اس "زروانیت" اور اس کے نتیجے میں پیدا شدہ جبر و قنوطیت کو برداشت نہ کر سکی۔ لہٰذا اس کا ردِ عمل ناگزیر تھا۔ اس "دہریت" کے ابطال میں مذہبی طبقہ کی تصنیفی سرگرمیاں ظہور میں آنے لگیں اور کچھ ہی عرصہ بعد اس کے رد میں ایک اہم کتاب بعنوان "سکند گمانیک وژار" (شکوک کو رفع کرنے والی کتاب) ظہور میں آئی اس میں ان دہریوں" (زمانہ پرستوں یا دہریہ مسلک) کے سلسلے میں لکھا ہے :-

"اُن لوگوں کی فریب خوردگی کے بارے میں جن کا دعویٰ ہے کہ کوئی مقدس وجود (الوہیت) موجود ہی نہیں ہے اور جنھیں منکرینِ خدا (دہری) کہتے ہیں :- (ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ) وہ مذہبی تکالیف سے آزاد کر دیئے گئے ہیں نیز نیک کام انجام دینے کی مشقت ان پر واجب نہیں ہے اور (اس قسم کی) بے شمار بغوات میں سے جس میں یہ لوگ مشغول رہتے ہیں، تم اِن باتوں پر غور کرو -

وہ اس دین اور اس کے اندر جو کثیر التعداد تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور اُس کے اجزاء و آلات کا باہمی توافق و ہم آہنگی نیز اُن کا باہمی تضاد اور ایک دوسرے کے ساتھ التباس، یہ سب اُمور (ان دہریوں کے خیال میں) زمانِ نامحدود کے ابتدائی ارتقا کا نتیجہ ہیں۔

یہ بھی سمجھ لو (کہ ان کے نزدیک) نہ تو اچھے کام کی کوئی جزا ہے اور نہ گناہ کی کوئی سزا۔ نہ بہشت ہے نہ دوزخ اور نہ اچھے کاموں کے لیے اور اسی طرح ارتکاب جرائم کے لیے کوئی امر محرک ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ (یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ ان لوگوں کے نزدیک) جو کچھ بھی ہے

بقیہ صفحہ سے آگے

braver, and the braver becomes faint-hearted. the diligent becomes lazy and the lazy acts diligently. Just as predestined as to the matter, the cause enters into it and thrust out every thing else." (Dina-i-Mainog Khirad Chap. XXIII- 4-9, Sacred Book of the East Part III, p.54). ۹۱

وہ دُنیاوی (مادی) ہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی روح (یا رُوحانی) نہیں ہے" (۱)
یہ صورت حال تھی کہ اسلام مبعوث ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد عربوں نے ایران کو فتح کر لیا۔
اس سے ایران کے قومی وقار کو جو بھی صدمہ پہونچا ہو، سیاسی انحلال اور انتشار زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہ سکا۔ بہت ہی قلیل عرصہ میں مسلمان فاتحین نے یہاں ایک منظم سلطنت قائم کر لی۔ یہ فاتحین "مزدائیت" یا مجوسیت کو برداشت کر سکتے تھے جس طرح انہوں نے یہود و نصاریٰ کی مذہبی آزادی کو برقرار رکھا تھا۔ لیکن مسلمان جیسی فعّال قوم کے زیر حکومت "مقدر پرستی" کی تحریکیں فروغ نہیں پا سکتی تھیں۔ لہٰذا "زروانیت" اور اسی طرح "حرنانیت" کی تحریکیں دب گئیں اور ڈھائی سو سال تک سننے میں نہیں آئیں تا آنکہ ابوبکر محمد بن زکریا الرازی نے ان کو گوشۂ خمول سے نکال کر از سر نو متعارف نہیں کرایا۔ اس تجدید حرنانیت کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

---

(1) "As to another delusion of those asserting the non-existence of a sacred being, whom they call athestical (Dahri) that they are ordained free from religious trouble (alag) and the toil of practising good work and the unlimited twaddle (drayisin) they abundantly chatter, you should observe this. That they account this world, with the much change and adjustment of description of its members and appliances, their antagonism to one another, and their confusion with one another, as an original evolution of boundless time. And this, too that there is no reward of good that things are only worldly and there is no spirit." works, no punishment or sin, no heaven and hell and no stimulator of good works and crimes. Besides this (Sikand Gumanik Vijar Chap. VI Sacred Book of the East Part III. p.146).

زمانہ پرستی ہندوستان میں دستفیوس کی شہادت (بحوالہ مارٹن ہوگ) نقل ہو چکی ہے کہ تمام آریائی اقوام زمانہ کو اصل کائنات بلکہ وجود کا مبداءِ اوّلین سمجھتی تھیں۔ قدیم ہندوستانی فکر میں بھی یہ عقیدہ ملتا ہے۔ چنانچہ "بھگوت گیتا" میں ایشور کو سری کرشن کی زبانی کہتے ہوئے بتایا گیا ہے:۔

"میں زمانہ ہوں جو دنیاؤں کو تباہ کرتا ہوں" (۱)

اسی طرح البوریحان البیرونی نے "کتاب الہند" میں قدیم ہندو مفکرین کے مذاہب گناتے ہوئے "زمانے کے قدیم ہونے" کے مذہب کو بعض ہندو مفکرین کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"واما الهند فکلامهم فی هذا الباب نزر وغیر مفصل .... وقال کپل لم یزل الله والعالم معه بجواهره واجسامه لکنه هو علة للعالم ویستعلی بلطفه علی کثافته۔ وقال کنبهک ان القدیم هو مهابوت ای مجموع العناصر الخمسة وقال غیره القدیم هو الزمان وقال بعضهم للطباع وزعم الآخرون ان المدبر هو کرم ای العمل" (۲)

(رہے ہندو مفکرین تو اس باب میں (زمانہ و مدت نیز خلق و فنائے عالم کے بارے میں) اُن کا کلام غیر تشفی بخش اور مبہم وغیر واضح ہے ..... اور کپل کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور عالم مع اپنے جملہ جواہر و اجسام کے (ہمیشہ سے) اُس کے ساتھ رہا ہے لیکن وہ عالم کی علت ہے اور اپنے لطف و لطافت سے عالم کی کثافت پر بلند ہے۔ کنبھک کا کہنا ہے کہ قدیم صرف مہابوت ہے جس سے اس کی مراد عناصر خمسہ کا مجموعہ ہے۔

اور کنبھک کے علاوہ دوسرے لوگ کہتے تھے کہ قدیم صرف زمان ہی کے لیے ثابت ہے اور کچھ لوگ قدیم کا مصداق طبیعت کو سمجھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کا گمان ہے کہ مدبّر

---

(۱) اصول فلسفۂ ہنود از مسٹر سرینواس آئنگر صفحہ ۳۵ اسی طرح "اتھروویدہ" کے نمبر ۱۵، ۲۵، ۱، اور ۵۵ میں زمانہ کو تمام چیزوں کا مبداء اور حاکم کہا گیا ہے۔ (۲) کتاب الہند صفحہ ۱۶۴

(عالم ہمہ تن کرم یا عمل ہے)

زمانہ پرستی یونان میں: ایران کے بعد زمانہ پرستی کا دوسرا سب سے بڑا گہوارہ یونان تھا۔ یہاں کی قدیم اساطیری خرافات میں "کرونوس" (Kronos) یا کال دیوتا" (زمانہ) اپنے ہی بچوں کو نگل جایا کرتا تھا، چنانچہ اپولوڈورس، جس کا زمانہ پہلی یا دوسری صدی مسیحی ہے، اپنی کتاب "لائبریری" میں جسے اُس نے ہیزیوڈ (Hesiod) (زمانہ آٹھویں صدی قبل مسیح) کی کتاب (Theogony) سے منتخب کر کے لکھا تھا، کہتا ہے۔

"سب سے پہلے آسمان (Uranus) دنیا پر حکومت کرتا تھا۔ اُس نے زمین کے ساتھ شادی کی ...... اُس کے بچوں میں سب سے چھوٹا کرونوس تھا...... کرونوس نے اپنی بہن (Rhea) سے شادی کی اور چونکہ اُس کے ماں باپ نے پیشین گوئی کی تھی کہ اُسے خود اس کے بچے معزول کریں گے، لہٰذا وہ اپنے بچوں کو نگل جایا کرتا تھا" (۱)

اس اسطوری افسانے کی تمثیلی توجیہ یہ ہے کہ۔

(الف) زمانہ کی اصل فلک ہے اور خود زمانہ دیگر موجودات حتیٰ کہ زیوس (Zeus) کی بھی جو تمام یونانی دیوتاؤں کا پدر اوّلین ہے، اصل ہے۔

(ب) تمام موجودات کو ہلاک کرنے والا (اپنے بچوں کو نگل جانے والا) "کرونوس" (کال دیوتا) یا زمانہ ہے۔

بھگوت گیتا میں مذکور زمانے کے تصور میں کہ وہ "دنیاؤں کا تباہ کرنے والا" ہے اور یونانی خرافات کے "کرونوس" میں جو "اپنے ہی بچوں کو نگل جایا کرتا تھا" بڑی گہری مماثلت ہے۔ اور اس سے یوڈیموس اور دمسقیوس کی اس شہادت کی تصدیق ہوتی ہے کہ قدیم آرین اقوام زمانہ کو اصل کائنات سمجھتی تھیں۔

---

(1) Conford: Greek Religious Thoughts pp. 20-21

بعد میں یونانی فلسفہ کی فلک بوس عمارت یونانی دیومالا ہی پر قائم ہوئی۔ صرف اتنا ہوا کہ فلاسفہ نے اساطیر کے خرافاتی پوست کو ہٹا کر سائنسی مغز کو اپنا موقف بنالیا۔ مثلاً یونانی اسطوریات کا اہم ترین مسئلہ یہ تھا کہ کوہ اولمپس میں بسنے والے دیوتاؤں کا مورث اعلیٰ دپدر اولین، کون ہے۔ فلاسفہ نے اس سوال کی تعبیر بدیں طور کی:- "کائنات کا اصل الاصول اور وجود کا مبدار اولین کیا ہے؟" اور پھر اسی بحث کو اپنی تفکیری سرگرمیوں کا موضوع بنالیا۔
یہی حال زمانہ کے ساتھ ہوا۔ فلاسفہ کے یہاں آکر وہ "خدا" (دیوتا) تو نہ رہا، لیکن "خود+آ" "(غیر مخلوق = قدیم) ضرور بنا رہا۔ تمام فلاسفہ یونان اُسے قدیم مانتے ہیں۔ چنانچہ ارسطو اپنی کتاب "اسماع الطبیعی" (Physics) میں لکھتا ہے:-

"تمام مفکرین باستثنار فرد واحد، اس بات پر متفق ہیں کہ زمانہ کی ابتدا نہیں ہے، بلکہ ہمیشہ سے علی سبیل الاستمرار موجود ہے۔ صرف افلاطون ہی وہ فرد مستثنیٰ ہے جس نے زمانہ کے لئے ابتدا بتائی ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ زمانہ کائنات کے ساتھ وجود میں آیا ہے اور کائنات کے لیے آغاز ثابت کرتا ہے"

لیکن پیروان افلاطون کو ارسطو کی اس توجیہ سے انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ افلاطون کی رائے میں بھی عالم محسوس اور زمانہ ازلی ہے۔
غرض یونان کے سائنسی فلسفہ میں "زمانہ کا قدم" اور عرفانی فلسفہ میں دد اس کا تالہ "یونانی ثقافت کا اہم جزو بنتے رہے اور اسی ثقافت کی توجیہ و توضیح حکمار یونان ایک ہزار سال تک کرتے رہے۔ پھر دیگر فلسفیانہ تصورات کی طرح یونان کی فکر زمانی نے اپنی مخصوص شکل نو فلاطینیوں (Neo-Platonists) کے یہاں اختیار کی۔ یوں بھی یونانی اور ایرانی افکار میں ہمیشہ سے تبادلہ فکر ہوتا رہا تھا مگر چھٹی صدی کے ربع ثانی میں جب ایتھنز کے مدرسہ فلسفہ کی قفل بندی کے بعد آخری یونانی فلاسفہ دمسقیوس کی

قیادت میں خسرو نوشیروان کے ایرانی دربار میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تو چونکہ اسی زمانہ میں خود ایرانی فکر کے اندر "زروانیت" (زمانہ پرستی) دوبارہ سر اٹھا رہی تھی، لہٰذا یونانی و ایرانی تفکیر کے جوڑ پیوند سے زمانہ کے اُس تصور نے جنم لیا جو ارسطاطالیسی فلسفہ کے سریانی شراح، اسکندریہ کے مدرسہ فلسفہ کے مشائی معلمین اور ایران کے نسطوری مدارس نیز مدرسہ جندی سابور سے فارغ ہونے والے متعلمین کے توسط سے اسلامی فکر میں منتقل ہوا اور جس کی گرم شکل نے ابوبکر زکریا رازی کی تجدید حرنانیت میں "تألہِ زمان" کی اور شیخ بو علی سینا کے یہاں اپنی نرم شکل میں اور بعد میں اُس کے متبعین کے فکری نظاموں میں ازلیت و ابدیت زمان کی صورت اختیار کی (۱)

زمانہ پرستی عرب جاہلیہ میں: ایران ہی سے دہریت اور "تألہِ زمان" عرب جاہلیہ میں پہونچے۔ ایران کی مغربی سرحد پر مناذرہ کی نیم آزاد عرب حکومت حیرہ کے اندر، اکاسرۂ ایران کے زیر اقتدار قائم ہوئی۔ لہٰذا ثقافت و شائستگی میں اس کا ایران سے متاثر ہونا فطری تھا اسی ثقافتی تاثر نے مقامی مترفین کی خوش حالی و فارغ البالی کے ساتھ ایک طرح کی دہریت و زندقہ کو جنم دیا جسے بعد میں عرب جاہلیہ کے مترفین نے اپنا لیا، چنانچہ اصمعی نے کہا ہے:۔

"دہریت و زندقہ قریش میں پائے جاتے تھے جسے انہوں نے اہل حیرہ سے اخذ کیا تھا" (۲)

اس کے نتیجہ میں وہ فرقہ ظہور میں آیا جسے شہرستانی "معطلۃ العرب" کے نام سے موسوم کرتا ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"جاننا چاہیئے کہ عربِ جاہلیت کے مختلف فرقے تھے۔ بعض اُن میں سے مذہب تعطیل کے پیرو تھے۔ ان کا ایک فرقہ خالق کائنات اور حشر و نشر کا منکر تھا اور اس بات کا

---

(۱) چنانچہ اثیر الدین ابہری نے "ہدایۃ الحکمۃ" کے اندر جس کی شروح بعد میں نصاب فلسفہ کے ابتدائی واعلیٰ نصاب میں... متداول رہیں زمانہ کے وجود خارجی کو ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے:۔ "ونقول ایضاً ان الزمان لا مبدأ له ولا نهاية له" (ہدایۃ الحکمۃ ص۲۱)

(۲) الاعلاق النفیسہ لابن رستہ ص۲۱۷ "وکانت الزندقة فی قریش اخذوها من الحیرة"

قائل تھا کہ طبیعت زندگی بخشنے والی، اور دہر فنا کرنے والا ہے۔ اسی فرقے کے قول کو قرآنِ حکیم دہراتا ہے: وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيٰى وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ جس کا اشارہ طبائع محسوسہ کی جانب ہے، نیز اس بات کی طرف کہ زندگی اور موت انھیں طبائع کی ترکیب و انحلال پر موقوف ہے۔ پس طبیعت جامع (موجب تکوین) اور دہر مہلک (موجب فنا) ہے۔" (۱)

اس خیال نے عرب انداز فکر میں، بالخصوص اس طبقہ میں جو عیش کوشی و انجام فراموشی کا قائل تھا، اپنے عقیدت مند پیدا کر لئے تھے چنانچہ ایک جاہلی شاعر کا شعر ہے:۔

حیاۃ ثم موت ثم نشر　　　حدیث خرافۃ یا ام عمرو

بہرحال دوسرے عیش کوشانِ روزگار کی طرح مترفین عرب نے بھی دہر (زمانہ) کا ایک "صنم خیالی" تراش رکھا تھا جسے وہ "مؤثر فی الوجود" سمجھتے تھے مگر عربوں کی زود رنج اور اشتعال پذیر طبیعت عسر و یسر ہر حال میں اپنے معبودوں کی تعظیم و عقیدت پر ثابت قدم نہیں رکھ پاتی تھی، اگر ضرورت پڑے تو کل تک جس بت کی پرستش کرتے تھے، اسے کھا جانے میں بھی دریغ نہ ہوتا۔(۲)

---

(۱) کتاب الملل والنحل للشہرستانی الجزء الثانی صفحہ ۹۶: "اعلم ان العرب اصناف شتی۔ فمنھم معطلۃ و منھم محصلۃ نوع تحصیل۔ معطلۃ العرب وھی اصناف فصنف منھم انکروا الخالق والبعث والاعادۃ وقالوا الطبع المحیی والدھر المفنی۔ وھم الذین اخبر عنھم القرآن المجید وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یھلکنا الا الدھر اشارۃ الی الطبائع المحسوسۃ وقصر الحیاۃ والموت علی ترکبھا وتحللھا۔ فالجامع ھو الطبع والمھلک ھو الدھر"

(۲) بنو حنیفہ نے حیس (ستو) کا ایک بت بنایا تھا وہ اس کو پوجتے تھے۔ لیکن جب قحط پڑا تو اپنے معبود کو بھی کھا گئے چنانچہ ایک جاہلی شاعر ان کی ہجو میں لکھتا ہے:۔

اکلت بنو حنیفۃ ربھا　　عام التقحم والمجاعہ　　لم یحذروا من ربھم　　سوء العواقب والتباعہ

گالی دینا تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔ (۱)
لہٰذا دہر کی تعظیم و عقیدت بھی ان کے یہاں محدود و مشروط ہی تھی۔ وہ اُسے "موثر فی الوجود" ضرور سمجھتے تھے۔ وہ بے شک بلایا و حوادث اور مصائب و نوائب کو "دہر" ہی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ مگر جب ناراض ہو جاتے تو اسی دہر کو گالیاں دینے لگتے چنانچہ ابنِ حجر عسقلانی نے لکھا ہے:۔

"اور عربوں کی عادت تھی کہ جب انھیں کوئی تکلیف پہونچتی تو وہ اُسے دہر کی طرف منسوب کرتے اور کہتے بُرا ہو دہر کا اور بربادی ہو دہر کے لیے" (۲)

مشرکین عرب کی اسی عادتِ بد کی اصلاح کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"یقول اللہ تعالیٰ یوذینی ابن آدم یسبّ الدھر وانا الدھر بیدی الامر اُقلّب اللیل والنھار"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
ابنِ آدم مجھے تکلیف پہونچاتا ہے جب وہ دہر کو بُرا بھلا کہتا ہے حالانکہ میں ہی مقلب دہر (زمانہ کا مالک و متصرف ہوں) میں ہی اس کے لیل و نہار کو اُلٹ پلٹ کرتا ہوں۔

---

(۱) کامل للمبرد الجزء الثانی ص ۱۳۷
رب العباد ما لنا و ما لکا قد کنت تسقینا فما بدا لک
انزل علینا الغیث لا ابالک
(۲) فتح الباری جلد ۱۰ ص ۴۶۳
"وکانت عادتھم اذا اصابھم مکروہ اضافوہ الی الدھر۔ فقالوا بؤساً للدھر وتباً للدھر"

اور اسی اصلاح کے لئے آیت کریمہ :-

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا

اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ "

کا نزول ہوا۔

جس نے "زمانہ" کے باب میں اسلام کا موقف قطعی طور پر متعین کر دیا۔ اس کی تفصیل اگلی قسط کا موضوع ہے۔

مگر محررہ بالا معروض سے اتنا متحقق ہے کہ "تالّٰہِ زمان" کا خیال اسلام کی نہیں بلکہ غیر مسلم مذاہب اور فکری نظاموں کی پیداوار ہے۔ اس کی تلاش خالص اسلامی فکر میں عبث و بیکار ہے۔

اہلِ علم کے لیے چار نادر تحفے

(۱) تفسیر روح المعانی :- جو ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ قسط وار شائع ہو رہی ہے قیمت مصر وغیرہ کے مقابلہ میں بہت کم یعنی صرف تین سو روپے آج ہی مبلغ دس روپے پیشگی روانہ فرما کر خریدار بن جائیے۔
اب تک ۱۰ جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ باقی ۱۶ جلدیں جلد طبع ہو جائیں گی۔

(۲) جلالین شریف : مکمل مصری طرز پر طبع شدہ حاشیہ پر دو مستقل کتابیں۔
(۱) لباب النقول فی اسباب النزول "للسیوطیؒ"
(۲) معرفت "الناسخ المنسوخ" ابن الحزم ، قیمت مجلد : ۲۰ روپے

(۳) شرح ابن عقیل :- الفیہ ابن مالک کی مشہور شرح جو درسِ نظامی میں داخل ہے۔
قیمت مجلد : ۲۰ روپے

(۴) شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی سورہ بقرہ :- تین جلدوں میں شائع ہو رہا ہے۔ پہلی جلد آ چکی ہے۔
نمونہ طلب فرمائیے

پتہ :- ادارہ مصطفائیہ دیوبند ضلع سہارنپور